کیا امام رازیؒ اپنی تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے؟

محمد عبدالقادر ہنادی
تلخیص و ترجمہ: اشتیاق احمد ظلی

محققین کے درمیان امام رازیؒ کے سلسلہ میں ایک بحث بہت دنوں سے جاری ہے۔ اس مباحثہ کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ پوری تفسیر کبیر ان کی اپنی تصنیف ہے یا اس کی تکمیل میں کچھ اور لوگوں کی مساعی بھی شامل ہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کی آراء کا ماحصل یہ ہے:

۱۔ امام رازیؒ اپنی تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے اور انہوں نے اسے ناتمام حالت میں چھوڑا تھا۔ یہ رائے رکھنے والے حضرات اپنی تائید میں قدیم تاریخی کتابوں سے استشہاد کرتے ہیں۔ مثلاً وہ ابن خلکان کا یہ قول نقل کرتے ہیں "مختلف فنون میں انہوں نے مفید تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ انھیں میں قرآن مجید کی تفسیر بھی شامل ہے۔ اس میں انھوں نے تمام روایات اور آراء کو جمع کر دیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے لیکن وہ اسے مکمل نہ کر سکے۔"[۱]

۲۔ وہ صرف سورہ انبیاء تک اپنی تفسیر لکھ سکے تھے۔ کشف الظنون میں مذکور ہے "میں نے سید مرتضیٰ کی تحریر میں یہ عبارت دیکھی ہے جسے انہوں نے الشہاب کی "شرح الشفاء" سے نقل کیا تھا کہ (رازی) یہ تفسیر صرف سورہ انبیاء تک لکھ سکے تھے۔"[۲]

۳۔ پوری تفسیر سورہ فاتحہ سے سورہ الناس تک امام رازیؒ ہی کی تصنیف ہے۔ کچھ علماء اور محققین کی یہی رائے ہے۔

بنیادی سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر اس سلسلہ میں علماء کے درمیان اس قدر اختلاف رائے کا سبب کیا ہے؟ اس باب میں اصل اشکال جو پیش آتا ہے اس کا تعلق سورۃ الواقعہ کی تفسیر سے ہے

اسی اشکال کے باعث بیشتر علماء کا رجحان اس طرف رہا ہے کہ امام رازیؒ غالباً اپنی تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سورۃ کی تفسیر میں ایک ٹکڑا ایسا ہے جس سے کچھ ایسا متبادر ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا فخر رازیؒ کے علاوہ کوئی اور ہے۔ آیت کریمہ "جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الواقعہ: ۲۴) (صلہ ان اعمال کا جو وہ کرتے رہے) کی تفسیر میں یہ عبارت پائی جاتی ہے "جو اصولی بات امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف جگہوں پر لکھی ہے اس کا کسی قدر ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ثواب دینا اللہ تعالیٰ کے اوپر واجب ہے کیونکہ جزاء کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں"[۳۳]

ظاہر ہے اس عبارت کے لکھنے والے خود امام رازیؒ نہیں ہو سکتے۔ یہ بات یقینی ہے کہ یہ کسی اور کی تحریر ہے۔

جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ امام رازیؒ اپنی تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے ان کا خیال یہ ہے کہ اس کی تکمیل کا سہرا شمس الدین الخیولی اور نجم الدین القمولی کے سر ہے۔[۳۴]

تاریخ نیز موضوع و منہج کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ان حضرات کا دعویٰ قرین صداقت نہیں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام رازیؒ اپنی تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے۔ اس سلسلہ میں جہاں تک تاریخ کی گواہی کا تعلق ہے تو وہ مورخین جنہوں نے ان کے حالات زندگی کو قلمبند کیا ہے[۳۵] ان کی غالب اکثریت اس بات کا قطعی ذکر نہیں کرتی کہ وہ اپنی تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے مثال کے طور پر قفطی کو لیجیے جن کا زمانہ امام رازیؒ سے بہت قریب ہے ان کا انتقال ۶۴۶ھ میں ہوا جبکہ امام رازیؒ کی وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی تھی۔ اسطرح جملہ مورخین میں ان کا زمانہ امام رازیؒ سے قریب تر ہے۔ وہ کوئی ایسا اشارہ نہیں دیتے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ امام رازیؒ اپنی تفسیر مکمل نہیں کر سکے تھے۔ انکو امام رازیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تفسیر کو دیکھنے کا موقع ملا تھا اور اسکے باوجود اس باب میں انکی مکمل خاموشی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کتاب میں کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ امام رازیؒ کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" ان کی تصنیفات میں قرآن عظیم کی تفسیر بھی شامل ہے جسکا نام انہوں نے 'مفاتیح الغیب' رکھا ہے۔ یہ کتاب ان کے باریک خط میں لکھی ہوئی بارہ جلدوں پر مشتمل ہے"[۳۶]

ظاہر ہے اگر اس کتاب میں قفطی کو کوئی کمی محسوس ہوئی ہوتی تو انہوں نے اس کی طرف ضرور اشارہ کیا ہوتا جیسا کہ انہوں نے امام رازیؒ کی بعض نامکمل کتابوں کے بارے میں صراحت کی ہے چنانچہ وہ امام رازیؒ کی شرح 'نہج البلاغۃ' اور 'شرح الوجیز' کے بارے میں لکھتے ہیں: " ان کی

کتابوں میں غزالیؒ کی 'الوجیز' کی شرح شامل ہے جو مکمل نہ ہو سکی۔ اسی طرح 'نہج البلاغۃ' کی شرح بھی ہے لیکن یہ بھی مکمل نہ ہو سکی۔[۴] اس خیال کو کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر مکمل کر لی تھی صفدی کی اس روایت سے تقویت پہونچتی ہے جسے صرف انھوں نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں" انہوں (امام رازیؒ) نے منبر پر اپنی پوری تفسیر کا املاء کرایا۔"[۵]

جہاں تک ان دلائل کا تعلق ہے جو موضوع اور منہج سے متعلق ہیں تو اس قسم کے دلائل تفسیر میں بکھرے ہوئے ہیں اور ہم ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں کریں گے۔ ان دلائل سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ سورہ انبیاء کے بعد کی سورتوں کی تفسیر بھی امام رازیؒ ہی نے کی ہے اور اس میں کوئی اور ان کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ اسی طرح ہم ان فکری اور تعبیری خصوصیات کا بھی ذکر کریں گے جو خود کتاب کے اندر موجود ہیں۔

اپنے مطالعہ کے دوران میں نے یہ پایا کہ رازیؒ ان بہت سی سورتوں کی تفسیر میں جو ترتیب کے لحاظ سے سورہ انبیاء کے بعد آتی ہیں صراحۃً یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اس مخصوص سورہ کی تفسیر کب مکمل کی۔ مثال کے طور پر سورہ صافات کی تفسیر کے اختتام پر لکھتے ہیں: "اس سورہ کی تفسیر جمعہ، ۱۷ ذی قعدہ ۶۰۳ھ کو دن چڑھے مکمل ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین"[۶]۔ اسی طرح سورہ فتح کی تفسیر مکمل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اس سورہ کی تفسیر جمعرات، ۱۷ ذی الحجہ ۶۰۳ھ کو تمام ہوئی۔"[۷]

یہ ان کی ایک امتیازی خصوصیت ہے جو سورہ انبیاء سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر سورہ آل عمران کا خاتمہ ملاحظہ کیجئے۔ لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سورہ کی تفسیر جمعرات، یکم ربیع الآخر ۵۹۵ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔"[۸]

ان کی تفسیر کے مطالعہ کے دوران مجھے ان کے انداز تحریر کی بعض ایسی خصوصیات کا اندازہ ہوا جنہیں ان کی تفسیر کی شناخت کہا جا سکتا ہے۔ ان خصوصیات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

الف: امام رازیؒ کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ قرآنی آیات کی تفسیر کے دوران اکثر اپنے والد ماجد کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً آیت کریمہ "هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ" (الحدید: ۳) (وہی پہلے ہے وہی پیچھے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "میں نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین خانۂ کعبہ کی طرف گئے اور سجدہ کیا۔[۱۱] اسی طرح آیت کریمہ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" (المومن: ۱۶) (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی) کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: "میرے والد شیخ امام عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اسباب نہ ہوتے تو کوئی شبہ ہی نہ پڑتا چنانچہ روزِ قیامت اسباب ختم ہوجائیں گے۔"[۱۲]

امام رازیؒ کی یہ عادت کچھ سورہ انبیاء کے بعد کی سورتوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ اس سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں بھی بیچ بیچ میں اپنے والد کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً سورہ انعام (۱۳۳) کی آیت کریمہ "وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ" (آپ کا رب غنی ہے رحمت والا) کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "اے بھائی یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ سبھی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہے۔ میں نے اپنے والد شیخ امام ضیاء الدین عمر بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہلِ سنت نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے سلسلہ میں اس کی قدرت اور اس کی مشیت کے نفاذ کو پیشِ نظر رکھا جب کہ معتزلہ نے عدل کے پہلو سے اس کی تعظیم کی۔"[۱۳] یہ تو معلوم ہی ہے کہ امام رازیؒ کے والد کا نام عمر ہے۔

ب۔ امام رازیؒ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ دورانِ تفسیر وہ اپنی دوسری کتابوں کا حوالہ دیتے رہتے ہیں جو اصول فقہ اور دوسرے موضوعات سے متعلق ہیں۔ یہ بھی ایک قوی دلیل ہے کہ پوری تفسیر امام رازیؒ ہی نے لکھی ہے۔ واضح رہے کہ یہ شواہد سورۃ انبیاء کے بعد کی سورتوں کی تفسیر میں بھی اسی طرح پائے جاتے ہیں جس طرح اس سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجئے سورہ حشر (۲) کی آیت کریمہ "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ" (پس عبرت پکڑو اے آنکھوں والو) کی تفسیر فرماتے ہیں: "ہم نے اپنی کتاب 'المحصول فی اصول الفقہ' میں اس آیت سے اس بات پر استشہاد کیا ہے کہ قیاس حجت ہے لیکن یہاں ہم اس کی تفصیل میں نہیں جارہے ہیں۔"[۱۴] 'المحصول فی اصول الفقہ' کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ کتاب امام رازیؒ کی تصنیف ہے۔

ج۔ امام رازیؒ کے تفسیری منہج کی ایک امتیازی صفت یہ ہے کہ اگر وہ کسی مسئلہ پر کسی گذشتہ سورہ کی تفسیر میں تفصیلی بحث کر چکے ہوتے ہیں تو وہ موقع کی مناسبت سے

اس کا حوالہ دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً آیت کریمہ اِنَّا اَنزَلنٰہُ فِی لَیلَۃِ القَدرِ (القدر-۱) (بے شک قرآن کو ہم نے شب قدر میں اتارا ہے) کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا جب کہ یہ معلوم ہے کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے تو اس باب میں تفصیلی بحث ہم آیت کریمہ شَھرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنزِلَ فِیہِ القُراٰنُ (البقرہ: ۱۸۵) (رمضان کا مہینہ جس میں قرآن بھیجا گیا) کی تفسیر میں کر چکے ہیں"[۱۵] جب ہم نے سورہ بقرہ کی محولہ بالا آیت کی تفسیر دیکھی تو معلوم ہوا کہ وہاں واقعی امام رازیؒ نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے جس کی طرف انہوں نے سورۃ القدر کی تفسیر میں اشارہ کیا ہے[۱۶] اسی طرح سورۃ المجادلہ کی آیت "یَرفَعِ اللّٰہُ الَّذِینَ اٰمَنُوا مِنکُم وَالَّذِینَ اُوتُوا العِلمَ دَرَجٰتٍ (۱۱) (اللہ ان لوگوں کے جو تم میں سے صاحب ایمان ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے مدارج بلند کرے گا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے آیت کریمہ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاَسمَآءَ کُلَّھَا (البقرہ: ۳۱) (اور سکھائے آدم کو نام سارے) کی تفسیر میں علم کی فضیلت پر بڑی شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے"[۱۷] چنانچہ سورہ البقرہ کی محولہ بالا آیت کی تفسیر دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ امام رازیؒ نے واقعۃً وہاں پر بڑی تفصیل سے علم کی فضیلت پر روشنی ڈالی ہے اور یہ بحث تیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔[۱۸]

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا اس سے مندرجہ ذیل حقائق ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

۱۔ اگر آخری پاروں کی تفسیر امام رازیؒ کے کسی شاگرد یا کسی اور شخص نے لکھی ہوتی تو وہ ان میں اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کرتا جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہو کہ سورہ انبیاء سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر بھی اسی کی لکھی ہوئی ہے۔ سورہ انبیاء کے بعد کی سورتوں کی تفسیر میں متعدد بار اس سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر اور ان میں بیان ہونے والے بعض مسائل کی نسبت 'ذکرنا'، 'اطنبنا' اور 'استقصینا' جیسے الفاظ کا استعمال ملتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ ان مسائل کا ذکر اس سے پہلے مجمل یا مفصل طور پر ہو چکا ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں حصوں کا لکھنے والا ایک ہی شخص ہے۔

۲۔ اگر واقعہ یہ ہوتا کہ اس تفسیر کی تکمیل امام رازیؒ کے کسی شاگرد کے ہاتھوں ہوئی ہوتی تو سابقہ سورتوں میں جن آیات کی تفسیر میں امام رازیؒ نے ان مسائل پر مفصل بحث کی ہے ان کا حوالہ دینے کے لیے وہ کچھ اس طرح کے الفاظ استعمال کرتا" امام رازیؒ نے اس آیت یا اس مسئلہ کے بارے میں فلاں سورہ کی تفسیر میں کسی قدر تفصیل سے بحث کی ہے"۔ چونکہ صورت حال یہ نہیں ہے اس لیے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پوری تفسیر امام رازیؒ نے ہی لکھی ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی بہت سی سورتوں کی تفسیر میں وہ "لزم التسلسل والدور" کی تعبیر اکثر استعمال کرتے ہیں۔ آیت کریمہ "لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ" (الانبیاء: ۲۳) (وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا) کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اگر عالم کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کی فاعلیت کی علت قدیم ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ عالم کے سلسلہ میں اس کی فاعلیت قدیم ہو اور اس سے عالم کا قدم لازم آتا ہے البتہ اگر وہ محدث ہو تو پھر کسی اور علت کی ضرورت ہوگی اور اس سے تسلسل لازم آئے گا"[19]

۴۔ اسی طرح ان کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ اپنی تفسیر میں "احتج الاصحاب" کی تعبیر اکثر استعمال کرتے ہیں۔ اس کا استعمال سورۃ انبیاء سے پہلے اور بعد دونوں طرح کی سورتوں میں یکساں طور پر ملتا ہے۔ مثلاً آیت کریمہ "اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ" (القصص: ۵۶) (آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اصحاب نے اس آیت سے گمراہی اور ہدایت کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے"[20]۔ یہ تعبیر وہ سورہ انبیاء سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں بھی استعمال کرتے ہیں[21]۔

۵۔ امام رازیؒ کے تفسیری منہج کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ جن آیات کی تفسیر کرتے ہیں ان سے متعلقہ مسائل کی پہلے تنقیح کرتے ہیں اور پھر ان پر الگ الگ بحث کرتے ہیں۔ سورہ انبیاء سے پہلے کی سورتوں میں ان کا یہی انداز تفسیر ہے اور بعد کی سورتوں کی تفسیر میں بھی[22]۔

ہمارا خیال ہے کہ تاریخ اور موضوع و منہج سے متعلق جو شواہد پیش کیے گئے وہ اس شبہ کے ازالہ کے لیے کافی ہیں کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر مکمل نہیں کی تھی۔

اب اگر یہ بات طے ہے کہ امام رازیؒ نے قرآن مجید کی مکمل تفسیر لکھی ہے تو پھر فطری طور پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس اشکال کا حل کیا ہے جسے متعدد علماء نے اٹھایا ہے اور جس کا ذکر سورہ واقعہ کے ضمن میں آچکا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ ہماری تحقیق کے مطابق سورہ واقعہ کی تفسیر یقینی طور پر امام رازیؒ ہی نے لکھی ہے۔ اس دعوی کی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ "کَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ" (الواقعہ: ۱۸) کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں "معین کے کیا معنی ہیں؟ سورہ صافات کی تفسیر میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ فعیل یا مفعول ہے اور اس کے سلسلہ میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے"[۲۳] اور جہاں تک سورہ صافات کی تفسیر کا تعلق ہے تو یہ بات شبہ سے بالاتر ہے کہ اسے امام رازیؒ ہی نے لکھا ہے۔ اس سورہ کی تفسیر کے اختتام پر وہ لکھتے ہیں "اس سورہ کی تفسیر جمعہ، ۱۷ ذی قعدہ ۶۰۳ھ کو دن چڑھے تمام ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔"[۲۴]

جہاں تک نفس اشکال کی بات ہے تو اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کتابوں کو نقل کرنے والوں کی یہ عادت رہی ہے کہ دوران نقل وہ اکثر کچھ نہ کچھ اپنی طرف سے بھی لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ اس کتاب کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کا معاملہ ہوا ہو۔ یہ بات بعید از امکان نہیں کہ ناقل کتاب کوئی صاحب علم رہا ہو اور اس نے کتاب کے منشا اور اس کی روح کی مناسبت سے اپنی طرف سے جہاں تہاں کچھ عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہو۔[۲۵] یہ بات اس لیے بھی قرین قیاس ہے کیونکہ سورہ انبیاء سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں بھی، جو بالاتفاق رازیؒ ہی کی ہے، بہت سی جگہوں پر ایسی عبارتیں داخل کر دی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں تفسیر سورہ ہود کی مثال دی جاسکتی ہے جہاں یہ عبارت پائی جاتی ہے "اس کتاب کے مصنف محمد بن عمر رازیؒ کہتے ہیں کہ میں ہندوستان گیا تو وہاں کے کفار کو خدا کے وجود پر متفق پایا۔"[۲۶] اسی طرح آیت کریمہ "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (توبہ: ۳۴) (جو لوگ جمع کر کے رکھتے ہیں سونا اور چاندی) کی تفسیر میں یہ عبارت ملتی ہے: "مولانا (رازیؒ) فرماتے ہیں کہ اگر اس سے مراد سابق الذکر یعنی اہل کتاب کے لیے وعید کی تخصیص ہے تو ..."[۲۷] ان شواہد کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ پوری تفسیر کبیر امام رازیؒ ہی کی تصنیف ہے اور اس میں کوئی دوسرا ان کا شریک وسہیم نہیں ہے۔

حواشی

۱؎ ابن خلکان، وفیات الاعیان، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، ۱۹۴۸ء، ۳۸۱/۳

(تفصیل کے لیے دیکھیے محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون، دار الکتب الحدثیہ، ۱۹۷۶ء، ۲۹۱-۲۹۳، نیز دیکھیے حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد الداؤدی، طبقات المفسرین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۲۱۷/۲ - ۲۱۸).

۲؎ التفسیر والمفسرون، ۲۹۲/۱

۳؎ فخر الدین رازیؒ، التفسیر الکبیر، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۵۶/۲۹.

۴؎ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، استانبول، ۱۹۴۳ء، ۱۷۵۶/۲، (نیز دیکھیے، التفسیر والمفسرون، ۲۹۲/۱.

۵؎ جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف القفطی، تاریخ الحکماء، تحقیق جولیس لیپرٹ، لیپزگ، ۱۹۰۳ء، ص ۲۹۲.

۶؎ ایضاً ص ۲۹۳

۷؎ الصفدی الوافی بالوفیات، تحقیق محمد بن عبد اللہ و محمد بن محمود، المطبعۃ الہاشمیہ، دمشق، ۲۵۴/۴،

۸؎ تفسیر کبیر، ۱۰۹/۲۸، اس طرح کی اور مثالوں کے لیے ملاحظہ کیجیے تفسیر کبیر ۸۹/۲۲، ۲۳۶/۲۶، ۲۵۵/۲۷، ۳۶/۲۸.

۹؎ تفسیر کبیر، ۱۰۹/۲۸

۱۰؎ تفسیر کبیر، ۱۵۶/۹

۱۱؎ تفسیر کبیر، ۲۱۳/۲۹

۱۲؎ تفسیر کبیر، ۴۸/۲۷

۱۳؎ تفسیر کبیر، ۲۰۱/۱۳

۱۴؎ تفسیر کبیر، ۲۸۱/۲۹

۱۵ھ تفسیر کبیر، ۲۶/۳۲

۱۶ھ تفسیر کبیر، ۸۴/۵-۸۵

۱۷ھ تفسیر کبیر ۲۷۰/۲۹

۱۸ھ تفسیر کبیر، ۱۷۸/۲-۲۰۸

۱۹ھ تفسیر کبیر، ۱۵۵/۲۲- نیز دیکھیے ۱۵۴/۱۲، ۳۱/۱۷، ۲۱۰/۲۹

۲۰ھ تفسیر کبیر، ۲/۲۵

۲۱ھ مثال کے طور پر دیکھیے تفسیر کبیر ۱۵۶/۱۳، ۱۸۸/۱۶، ۱۵۶/۱۷-۱۵۷، ۱۰۱/۱۸، ۲۸/۲۰

۲۲ھ ملاحظہ کیجیے تفسیر کبیر، ۹/۷-۱۰، ۱۹۸/۸-۱۹۹، ۱۱۲/۲۵، ۲۴۵، ۵۴/۲۶، ۵۵، ۱۳۶، ۲۱۸

۲۳ھ تفسیر کبیر، ۱۵۱/۲۹

۲۴ھ تفسیر کبیر، ۱۷۳/۲۵

۲۵ھ محسن عبدالحمید، الرازی مفسراً، بغداد، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء، ص ۶۳

۲۶ھ تفسیر کبیر، ۱۰/۱۸- نیز دیکھیے ۱۴۵/۱۸، ۵۱/۲۰-۵۲

۲۷ھ تفسیر کبیر، ۴۳/۱۶

(جریدۃ المدینۃ المنورۃ)

معاونین مجلہ سے

۱۔ زرتعاون (سالانہ تیس ۳۰ روپیہ) منی آرڈر یا ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ اگر چیک کی صورت میں رقم بھیجنا چاہیں تو اس میں بینک مصارف (۱۰ روپے) کا اضافہ کرکے ارسال کریں۔

۲۔ مجلہ سادہ ڈاک سے روانہ کیا جاتا ہے۔ وی۔ پی یا رجسٹری کے ذریعہ منگانے کی صورت میں اخراجات خریدار کے ذمہ ہونگے۔

۳۔ مجلہ کے سلسلہ میں خط لکھتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

۴۔ ادارتی امور سے متعلق خطوط مدیر کے نام اور انتظامی امور سے متعلق سکریٹری کے نام ارسال کیے جائیں۔

۵۔ چیک اور ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

IDARA-E-ULOOM-UL-QURAN
AC. No. 7886
CENTRAL BANK OF INDIA
DODH PUR- ALIGARH